مرکز تعمیر ملت
وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں (پیرو شہید بس سٹاپ) جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِىۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيۡفَةً
وَّدُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ
وَالۡاٰصَالِ وَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِيۡنَ

(الاعراف : آیت205)

ترجمہ

اور اپنے رب کو دل میں یاد کرو زاری

اور ڈر سے، زبان سے آواز نکالے بغیر

صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔
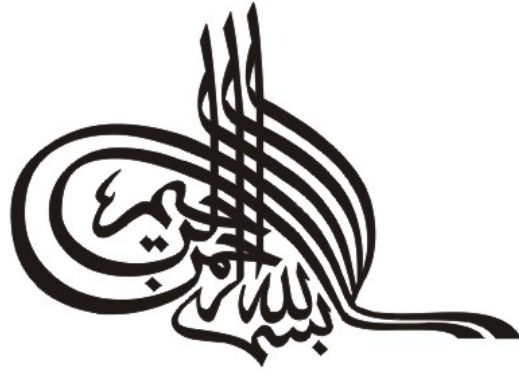
سالانہ خطبہ

اپریل 2016ء

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اللّٰہ

قوموں کیلئے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے خدائی

جو فقر ہو تلخی دوراں کا گلہ مند
اُس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی

(ضرب کلیم)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ . وَالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥

برادرانِ سلسلہ! آپ سب بھائیوں کا اخلاص اور جذبہ قابلِ قدر ہے کہ آپ محض اللہ کی رضا اور ملاقات کے شوق میں اپنے مال، وقت اور مصروفیات کی قربانی دیکر تشریف لائے۔ اس کا صلہ آپ کو صرف اور صرف وہ قدردان اللہ ہی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے قائم ہونے والا آپس کا یہ تعلق کس قدر قیمتی اور انوکھا ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ ہماری یہ روایت رہی ہے کہ ہم اپنے مرحوم بھائیوں کے ایصال ثواب کے لیے ہر سال اجتماع کے موقع پر اور روزانہ کے ذکر میں مغفرت اور بلندی درجات کی دُعا کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی اولادان کو بھول جائے مگر ہم ان کو اپنی دُعاؤں میں نہیں بھولتے۔ اگر آپ سچے توحیدی ہیں اور خلوص نیت کے ساتھ سلسلہ کی تعلیم پر عمل کررہے ہیں تو آپ کیلئے اس صدقہ جاریہ کا بندوبست ہو چکا ہے جو اسوقت تک جاری رہے گا جب تک سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا ایک بھی پیروکار باقی ہے۔

اس سال ہمیں داغِ مفارقت دینے والے بھائیوں میں گجرات کے بھائی راجہ فضل کریم، گوجرانوالہ سے محمد حسین چھل، فیصل آباد سے محمد اشتیاق کشتہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھائیوں کے قریبی رشتہ دار بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آیئے! اب مرحوم بھائیوں کی بلندی درجات کے لیے اپنے کریم آقا سے التجا کریں۔

برادرانِ کرام! آپ سب بھائی بجاطور پر شاباش کے مستحق ہیں کہ آپ نے مرکز پر تعمیر کے حوالے سے پچھلے سال دیکھے گئے خواب کو حقیقت کا رنگ بھرنے میں دامے، درمے، سخنے مدد کی۔ انتہائی قلیل عرصے میں ایک بہترین ہال کی تعمیر اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ کی مخلصانہ کوششوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید حاصل ہے۔ اور یہ کہ اللہ کی تائید ونصرت اسی وقت

آپ کے شامل حال ہوتی ہے جب آپ اپنے حصے کی کوشش کر چکے ہوتے ہیں۔ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے سے اور عمل میں سستی کرنے سے اللہ کی مدد کا ملنا محال ہے۔پچھلے کئی سالوں سے ہمیں اجتماع کے موقع پر جگہ کی تنگی ،اور موسمی حالات کی وجہ سے انتہائی دشواری کا سامنا تھا۔ کئی بھائیوں نے تعمیر کیلئے مشورہ دیا مگر جگہ کا انتخاب ایک مشکل کام تھا۔بعض بھائی چھت کو ہال کے لیے موزوں قرار دے رہے تھے اور بعض کا خیال تھا کہ اس خالی جگہ (جہاں ہم بیٹھے ہیں) پر تیار چھت والا ہال تعمیر کیا جائے مگر ان دونوں صورتوں کی خامیاں بھی اپنی جگہ ایک حقیقت تھیں۔ کئی ماہ کی سوچ بچار کے بعد اللہ نے ہماری مدد کی اور ہم نے اپنی ضروریات اور وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے سابقہ عمارت کی مغربی سمت کا انتخاب کرلیا اور اس بات کا خیال رکھا کہ سابقہ عمارت کی خوبصورتی اور مضبوطی متاثر نہ ہو۔بہر حال ہم نے اللہ کے بھروسے پر پچھلے سال 2015ء کے اجتماع کے موقع پر متفقہ فیصلے کے بعد تعمیر کے لیے بھائیوں سے مالی اعانت کی اپیل کی۔اسی موقع پر ہی چند بھائیوں نے ایک معقول رقم اپنے ذمہ لی اور بعد میں ادا بھی کردی۔ہر شہر سے بھائیوں نے بڑی سرگرمی کے ساتھ اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیا۔آنے والے دنوں میں یہ نو تعمیر شدہ ہال سالانہ اجتماع کے علاوہ ماہانہ پروگرامز میں بھی بہت کام آئے گا۔انشاءاللہ!

برادران سلسلہ! خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ ہماری رہنمائی کے لیے اتنا تحریری مواد چھوڑ گئے ہیں کہ اگر ہم صرف اس پر ہی کما حقہ عمل کرلیں تو اپنے مقاصد کو سو فیصد حاصل کر سکتے ہیں۔حلقہ توحیدیہ کا تحریری سرمایہ،ایک گنج گراں مایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم لعل و جواہر سے فائدہ حاصل کرتے ہیں یا اپنی کوتاہی کی وجہ سے محروم رہتے ہیں۔میں اپنا فرض سمجھتے ہوئے اور یاددہانی کے طور پر اپنی چند گزارشات آپ کے سامنے رکھوں گا۔ہوسکتا ہے یہ باتیں بظاہر معمولی نظر آئیں مگر مجھے یقین ہے کہ ان کے نتائج بہت دوررس اور فوائد کے اعتبار سے بہت بلند ہوں گے:

سلسلہ توحیدیہ میں بیعت ہو جانا اور اپنے نام کے ساتھ توحیدی کا لاحقہ لگالینا آسان کام ہے مگر ایک حقیقی توحیدی کے اوصاف اپنی ذات میں پیدا کرنا ایک مشکل کام ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ بھائیوں کی اکثریت عام لوگوں کے مقابلے میں بلند اخلاقی و روحانی درجات پر فائز ہے۔ مگر ایسے بھائیوں کی بھی کمی نہیں جو سالہا سال سے سلسلہ عالیہ میں بیعت ہیں اور انہوں نے اپنی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ میں اپنی بات کے آغاز میں ان بنیادی کوتاہیوں کی طرف اشارہ کرنے لگا ہوں جو ہمارے چند بھائیوں میں پائی جاتی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تذکرہ کرلیا جائے، شاید کہ ہم اصلاح احوال پر آمادہ ہوجائیں۔

ضروری اصلاح طلب باتیں:

سلسلے میں کئی ایسے لوگ بیعت ہیں جو نماز پنجگانہ کی پابندی نہیں کرتے یہ لوگ کس منہ سے ولی اللہ بننے کی آرزو کرسکتے ہیں۔ جبکہ نماز نہ پڑھنے والا تو مسلمان کہلوانے کا بھی حقدار نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''کافر اور مسلمان میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے''۔ اب آپ خود فیصلہ کرلیں کہ آپ بیعت ہو کر کسے دھوکہ دے رہے ہیں؟ اپنے آپ کو، مجھے یا معاذ اللہ خدا کو؟

کئی حلقوں میں ایسے بھائی بھی ہیں جو ہفتہ وار حلقہ ذکر میں بھی مہینوں کے بعد شریک ہوتے ہیں اور مرکز سے رابطے کا بھی یہی حال ہے۔ آج کل موبائل کا دور ہے رابطہ مزید آسان ہو چکا ہے۔ مگر ایسے بھائی بھی ہیں جن سے سال بعد ہی ملاقات ہوتی ہے۔ اس صورت میں پیر کیسے مرید کی طرف روحانی توجہ کرسکتا ہے۔ بابا جان نے لکھا ہے کہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اسے مرشد سے خاص فیض حاصل ہو اور اسکے لیے دعا بھی کی جائے تو وہ مرشد سے باقاعدہ رابطے میں رہے۔ جو چند بھائی رابطہ کرتے ہیں انکی اکثریت بھی اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ بانئ سلسلہؒ نے کئی خلفاء کے بجائے ایک شیخ کے تقرر کا حکم ہی اس لیے دیا تھا کہ ہر بھائی پر صرف شیخ کا رنگ ہی غالب رہے۔ اور یہ رنگ تبھی رہے گا جب شیخ سے متواتر رابطہ ہوگا۔

بانئ سلسلہ نے ماہانہ آمدن کا کم ازکم اڑھائی فیصد حلقہ فنڈ مقرر کیا تھا۔ اس حکم کی پابندی بھی سب بھائی نہیں کرتے۔ آپؒ کے بقول ماہانہ فنڈ میں باقاعدگی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کو حلقہ کی فلاح و بہبود کا خیال ہے۔ جو بھائی اس حکم کو اپنا فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں، وہ اس دنیا میں بھی آسودہ رہتے ہیں اور آخرت میں تو یقیناً انکے لیے بڑے اجر کا وعدہ ہے۔ سلسلہ عالیہ کی کتب

کے مطالعے کے معاملے میں سستی اپنے عروج پر ہے۔ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر بھائی کے پاس سلسلے کی تمام کتب کے دو سیٹ کم از کم ہوں ایک ذاتی استعمال میں ہو اور دوسرا کسی دوست یا طالب کو پڑھنے کے لیے دے۔(بہتر تو یہ ہے کہ بطور تحفہ دے تا کہ دینے والے کے لیے صدقہ جاریہ بنے) سلسلہ کی کتب کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ روزانہ تھوڑا بہت پڑھنے کا معمول ہونا چاہیے تا کہ تعلیم پر عمل آسان ہو جائے۔ان کتب کو پڑھنے سے ہمیں جو فائدہ ہوگا وہ یہ کہ صاحب کتاب سے ہماری نسبت قائم ہو جائے گی۔تحریر مصنف کی شخصیت کا عکس ہوتی ہے جیسے ہی آپ کسی تحریر کو توجہ سے پڑھتے ہیں تو صاحب کتاب سے آپ کی عقیدت و محبت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور جب صاحب کتاب آپ کا پیر ہو تو پھر تو کیا کہنے! آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ ایک طرف آپ بیٹھے ہیں اور دوسری سائیڈ پر مرشد ہے اور آم کے آم گٹھلیوں کے دام والی بات ہوگی۔یعنی عقل شعور کے ساتھ روحانی بالیدگی بھی حاصل ہوگی۔اس لیے اگر کوئی بھائی آج بھی بانئ سلسلہ اور قبلہ ڈار صاحبؒ سے اپنی نسبت مضبوط کرنا چاہتا ہے تو انکی کتب کے مطالعے کو اپنی عادت بنا لے۔دوسرا فائدہ مطالعے کا یہ ہوگا کہ تعلیم ہر وقت ذہن میں تازہ رہے گی اور ہمیں عمل پر ابھارتی رہے گی۔دنیاوی معمولات اور تفکرات ذہن کو یکسو نہیں رہنے دیتے مگر جونہی بندہ کتاب کھولتا ہے اسے بھولا ہوا سبق پھر سے یاد آجاتا ہے اور اس میں عمل کی قوت پروان چڑھتی ہے۔

عزیز بھائیو: آج ہمارے پاس وقت ہے۔میں نے جن کمزوریوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروائی ہے تا کہ آپ انکی اصلاح کرلیں اور نفس و شیطان کے دھوکے سے نکل آئیں جو Commitment آپ نے بیعت کی صورت میں اللہ کے ساتھ کی ہے اسکی پاسداری کو اپنا فرض عین سمجھ کر عمل کریں ورنہ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

میں مجازین کرام اور خادمان حلقہ سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنے فرائض (جو باباجانؒ نے کتابوں میں واضح لکھ دیئے ہیں) کو سرانجام دینے کے معاملے میں سستی چھوڑ دیں اور اس کام کے لیے اپنے آپ کو اللہ اور باباجی کے سامنے جوابدہ سمجھیں۔جب آپ مذکورہ کوتاہیوں پر قابو پالیں گے تو آپ کے تزکیہ اخلاق کا مرحلہ شروع ہوگا۔لیکن اس سے پہلے میں

آپ کی توجہ ایک بنیادی بات ،نیت اور ارادہ میں پختگی اور اس میں اخلاص کی طرف دلانا چاہتا ہوں تو حیدی سالک ہونے کی حیثیت سے آپ کی نیت یا ارادہ کس قدر پختہ ہونا چاہیے اور اس میں اخلاص کیونکر پیدا کیا جا سکتا ہے۔تذکیر کے طور پر ان کا مختصر تذکرہ بیان کرتا ہوں:

خلوص نیت :

کسی بھی عمل کی قبولیت میں سب سے زیادہ دخل نیت کا ہوتا ہے۔اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: '' انما الاعمال بالنیات" (بخاری) ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

اگر نیت خالص ہے تو عمل اللہ کے ہاں قبول ہوگا۔ورنہ اسکی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔

نیت کا مفہوم ہے''**ارادہ کرنا**''۔یہ اس فکر کا نام ہے جو ہمارے دل و دماغ میں پرورش پاتی ہے۔ اس فکر اور ارادے کی بدولت ہی ہم کوئی کام سرانجام دیتے ہیں۔اگرچہ ہمارے تمام اعمال کا محرک کوئی نہ کوئی سوچ وفکر ہی ہوتی ہے۔لیکن بعض اوقات انسان کچھ کام دیکھا دیکھی یا بغیر کسی ٹھوس ارادے کے کرگزرتا ہے اور کرتا ہی چلا جاتا ہے اور نتیجتاً اس عمل کے حقیقی فوائد سے محروم رہتا ہے یا اپنے عمل میں سست پڑ جاتا ہے۔مثلاً ایک کلاس میں پڑھنے والے دو طلباء میں سے ایک کی پختہ نیت ہے کہ اس نے ڈاکٹر بننا ہے اپنے اس ارادے کی پختگی کی وجہ سے وہ اپنے عمل (پڑھائی) میں مستقل مزاجی اور سخت محنت سے کام کرتا ہے۔جبکہ دوسرا محض اپنے والدین کی خواہش یا دوستوں کی دیکھا دیکھی داخلہ لے بیٹھا ہے اور مطلوبہ معیار کو برقرار نہیں رکھ پاتا۔ان دونوں کا انجام کیسا ہوگا؟ اسکا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں۔بعینہٖ یہی صورتحال کچھ لوگوں کی ہے وہ یا تو کسی دوست کے اصرار پر یا وقتی جذبات کے زیر اثر (جسے بانی سلسلہؒ نے سوڈا واٹر کے ابال سے تشبیہ دی ہے) یا کسی ذاتی مفاد کے تحت حلقے سے منسلک ہو گئے ہیں۔وہ حقیقی فائدے سے محروم ہیں۔اس لیے میں کہتا ہوں کہ سلسلے کے مقاصد (جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب ومعرفت اور ملاقات ہے) کو اپنی نیت اور ارادے کا لازمی حصہ بنالیں اور اسکو ہر وقت اپنے ذہن میں تازہ رکھیں بانی سلسلہؒ نے اسی لیے بیعت نامہ کو ہر روز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور بابا جان ڈار صاحبؒ نے اس کو رنگین کاغذ پر چھپوا کر تقسیم کیا تھا تاکہ بھائی اسکو فریم کروا کر اپنے کمرے میں لگائیں۔جس کو ہر روز

دیکھ کر انکا ارادہ اور نیت پختہ اور تازہ ہوتی رہے۔ بانیٔ سلسلہؒ کا ایک اور حکم ہے کہ نئے بھائی کو چھ ماہ تک طالب رکھا جائے اسکی حکمت بھی یہی ہے کہ طالب کی نیت اور ارادہ مستحکم اور قوی تر ہوجائے اور اس میں کسی قسم کی وقتی جذباتیت کا شائبہ تک نہ رہے۔ جو بھی توحیدی بنے شعوری توحیدی بنے۔ نیت میں شعوری پختگی کے بعد اس سے منسلک دوسرا حصہ اخلاص ہے۔ نیت بغیر اخلاص کے کوئی معنی نہیں رکھتی اور اخلاص کے بغیر کیا ہوا عمل ایسے ہی ہے جیسے مردہ بدن، کہ جس میں روح نہیں ہوتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بھی وہی تعلق پروان چڑھتا ہے جس میں خلوص ہو بحیثیت توحیدی ہم تو اللہ سے آشنائی کے طلبگار اور دعویدار ہیں تو خلوص نیت و عمل کے بغیر ہم اللہ کی عنایات کی اُمید کیسے رکھ سکتے ہیں!۔ قبلہ ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے مختلف اعمال کا جو اجر دُگنا سے لے کر سات سوگنا تک بیان کیا ہے اسکی بنیاد خلوص ہے کہ انسان کی نیکی کو اس کے خلوص کے ساتھ Multiply کیا جاتا ہے۔ اب جتنا کسی کا خلوص ہوگا اس کی نیکی کا اجر اسی نسبت سے بڑھ جائیگا۔ ہر وہ قول اور فعل جو صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کہا یا کیا جائے، خالص ہوگا۔

قرآن میں ارشاد ہے ﴿ قُلْ إِنِّيْ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّيْنَ ﴾ (سورہ الزمر: 11)

ترجمہ: فرمادیجیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اخلاص سے اللہ کی عبادت صرف اسی کے لیے کروں۔

وَأَقِيْمُواْ وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ

ترجمہ: اور ہر نماز کے وقت سیدھا قبلے کی طرف رُخ کیا کرو اور اخلاص سے اسی کی عبادت کرو اور اسے پکارو۔ (الاعراف: 29)

اخلاص چونکہ نیت کے ساتھ منسلک ہے اس لیے یہ بھی دل و دماغ میں پایا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور اکرم ﷺ کا فرمان منقول ہے کہ ”اللہ تمہاری شکلوں اور مال کو نہیں دیکھتا بلکہ دل اور اعمال کو دیکھتا ہے“۔ (مسلم)

اس اخلاص کی بدولت ہی حضور اقدس ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک غریب انصاری صحابیؓ کی رات بھر کی مشقت سے حاصل کردہ مٹھی بھر کھجوریں مال کے بہت بڑے ڈھیر پر پھیلا دیں اور فرمایا کہ یہ پورے مال میں برکت کا ذریعہ بنیں گی۔

روحانی سفر میں اخلاص کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ ایک توحیدی سالک کا معاملہ براہ راست اللہ سے قائم ہوتا ہے اس لیے اسکے خلوص میں ذرّہ برابر شائبہ بھی اسکی راہ میں دیوار بن کر حائل ہو جائے گا۔ ریاء کاری، عُجب یا اپنی کوشش پر بھروسہ سارے مقام اور درجے کو خاک میں ملا کر رکھ دے گا۔ لہٰذا جب بھی کوئی عمل کریں اسکا مدعا اور مقصد صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی ہو۔ مثلاً آپ جب بھی حلقہ ذکر پر جائیں، مرکز تشریف لائیں یا رابطہ کریں، کسی توحیدی بھائی سے ملیں تو دل میں اس نیت کو تازہ کرلیں کہ میرا یہ رابطہ یا سفر محض خدائے واحد کی خوشنودی اور رضا کے لیے ہے اور اس میں میری کوئی ذاتی غرض شامل نہیں۔

آپ ہر کام میں خواہ دنیاوی ہی کیوں نہ ہو اس میں اللہ کی یاد اور رضا کو پیش نظر رکھیں جب اپنے کام یا نوکری پر جائیں تو یہ خیال کریں کہ میں اپنے اہل وعیال کے لیے رزق حلال کی تلاش میں نکل رہا ہوں تاکہ میری اولاد اس رزق سے پرورش پا کر اللہ کی فرمانبردار بنے اور دنیا و آخرت میں سرخرو ہو۔ اپنے ماں باپ عزیز واقارب اور ہمسایوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت ہمیشہ احسان اور نیکی والا روّیہ اختیار کریں اور یہ نیت رکھیں کہ ایسا کرنے کا حکم مجھے اللہ نے دیا ہے اور میں اللہ کی رضا کے لیے یہ حسن معاملہ کر رہا ہوں۔ اس طرح ہر معاملے میں اللہ اور اسکے رسول کی خوشنودی چاہنے کی عادت آپ کے اخلاص میں اضافے کا سبب بنے گی۔ اور یہ نیت کبھی نہ رکھیں کہ اولاد کل مجھے فائدہ پہنچائے گی اور بڑھاپے میں میرا سہارا بنے گی۔

دوسری اخلاص پیدا کرنے والی اہم اور بنیادی چیز اللہ کا ذکر جو کثرت اور ہمہ وقت کرنے کا ہے وہ **پاس انفاس** ہے جس کو اس کی روح کے مطابق کرنا۔ بانئ سلسلہ نے لکھا ہے کہ ''پاس انفاس کے وقت یہ محسوس کرو کہ اللہ تمہارے اندر باہر اوپر نیچے دائیں بائیں ارد گرد اور خلا میں ہر جگہ موجود ہے اور یہ خواہش پیدا کرو کہ وہ نظر آجائے اور یہ خواہش ہی محبت الٰہی کی ابتداء ہے''۔ جب آپ ہر لمحے اس خواہش کے خوگر ہو جائیں گے تو کیا آپ کا کوئی بھی دینی یا بظاہر دنیاوی عمل خلوص کے بغیر ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ ان دو طریقوں پر عمل کرتے ہوئے اپنے اخلاص میں کتنا اضافہ کرتے ہیں۔ اپنے مقاصد کو ہر وقت ذہن میں تازہ رکھیں اس

سے آپ کے عمل میں انقلاب کی سی کیفیت رونما ہو گی ۔ اپنے تمام اعمال کو صرف اور صرف اللہ کے لیے انجام دینے کا جذبہ پیدا کریں ۔ اس سے آپ کے اعمال قبولیت کی سند سے بہرہ ور ہو کر آپ کی دونوں جہانوں میں ترقی کا سبب بنیں گے ۔

اخلاق حسنہ کی اہمیت :

برادران کرام ! راہ سلوک میں ذکر، مجاہدے اور تفکر کے ساتھ جو اہم ترین چیز ہے وہ تزکیہ اخلاق ہے ۔ ایک مومن کی سب سے بڑی پہچان اخلاق کی بلندی ہے ۔ جتنا کسی کا اخلاق بلند ہو گا اتنا ہی وہ بارگاہ خداوندی میں بلند رتبے کا حامل ہو گا ۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

﴿انما بعثت لاتمم حسن الاخلاق﴾ "بے شک مجھے اخلاق عالیہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے"۔

قرآن کریم نے آپ کے اخلاقی منصب کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

" انک لعلی خلق عظیم " "بے شک آپ اخلاق کے عظیم منصب پر فائز ہیں"۔

مذکورہ آیت اور حدیث سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اخلاق حسنہ کا کیا درجہ ہے ۔ بات دراصل یہ ہے کہ جوں جوں کسی سالک کے اخلاق کا تزکیہ ہوتا ہے، اتنا ہی اس میں روحانی طور پر لطافت پیدا ہوتی جاتی ہے ۔ اللہ چونکہ لطیف ہے اس لیے سالک کی لطافت اللہ کی لطافت سے tune ہوتی جاتی ہے ۔ اور سالک کی روح مادے سے ملاءاعلیٰ کی طرف سفر شروع کر دیتی ہے ۔ تو آپ اس حقیقت کو بخوبی سمجھ لیں کہ جب تک آپ اپنے اخلاق کا تزکیہ نہیں کرتے اسوقت تک آپ ولایت کا سفر شروع نہیں کر سکتے ۔ اخلاق حسنہ کا حامل شخص وہ درجہ پالیتا ہے جو راتوں کو قیام کرنے والا اور دن کو روزے رکھنے والا حاصل نہیں کر سکتا ۔ ہمارے کئی بھائی ذکر تو بڑی سرگرمی سے کرتے ہیں مگر تزکیہ اخلاق کے معاملے میں ان سے مطلوبہ معیار قائم نہیں رہتا ۔ ایسے لوگوں کے متعلق بانی سلسلہؒ نے لکھا ہے کہ ولی الرحمٰن کی بجائے ولی الشیطان بننے کا امکان زیادہ ہے ۔ باباجانؒ نے جتنا زور تزکیہ اخلاق پر دیا ہے شاید ہی کسی اور بات پر دیا ہو ۔ اخلاق کو سنوارنا ایک مسلسل اور صبر آزما کام ہے ۔ اخلاق ایک وسیع مضمون ہے ۔ اس معاملے میں نفس کی چالوں کو سمجھنا دشوار ہے اور اسکا مقابلہ صرف اور صرف تائیدایزدی سے ہی ممکن ہے ۔

اسکے بعد سالک کی خلوص نیت اور ارادے کی مضبوطی کو دخل ہے بعد ازاں اخلاق کے ان تمام پہلوؤں سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے جو ایک انسانی معاشرے میں رہتے ہوئے ہمیں پیش آتے ہیں یہ آگاہی ہمیں قرآن ،سیرت رسول ﷺ ،صحابہ اور اولیاء اللہ کے حالات سے میسر آئے گی اسلئے ایک توحیدی سالک کو اپنے تزکیہ اخلاق کیلئے ان تمام ذرائع سے رہنمائی لیتے رہنا چاہیے۔

محبت اور اس کے مظاہر:

بانیٔ سلسلہؒ نے تزکیہ اخلاق کے سلسلے میں جن اخلاق محاسن کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ان میں سب سے بنیادی حیثیت محبت کو حاصل ہے۔ جس سالک کے دل میں ذکر ،مجاہدے اور مرشد کے فیض سے محبت کا جذبہ جڑ پکڑ لیتا ہے وہ دوسرے تمام اخلاقی اوصاف سے لازماً متصف ہو جاتا ہے۔ یہی جذبہ محبت ترقی کرتا ہوا اس حال کو پہنچ جاتا ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ کے روبرو پاتا ہے۔

بانیٔ سلسلہؒ نے تزکیہ اخلاق کے سلسلے میں محبت وصداقت کو اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ آپؒ نے قبلہ ڈار صاحبؒ کو ایک دفعہ آٹوگراف دیتے ہوئے لکھا کہ ''محبت وصداقت تمہیں اللہ سے ملا دے گی'' مزید برآں آپؒ نے فرمایا کہ ''تمام اخلاق حسنہ کی بنیاد محبت وصداقت پر ہے''۔

اسلئے آج میں آپ کے سامنے ان چند روّیوں کا ذکر کروں گا جو ایک سالک میں محبت پیدا ہونے کے نتیجے میں Ultimately پیدا ہونے چاہئیں ۔یہ رویے جہاں ایک جماعت کے اندر Binding Force کا کام کرتے ہیں وہیں آپ کو اللہ کے ہاں بھی سرخرو کرواتے ہیں۔

بحیثیت توحیدی سالک اگر یہ روّیے ہم میں پائے جاتے ہیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔ وگرنہ ان کو اپنی ذات میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ ان اوصاف کو اپنانے میں کامیاب ہو گئے تو سمجھ لیں کہ آپ اہل محبت میں سے ہیں ۔یہ اوصاف کسی بھی گروہ کو ایک منظم اجتماعیت میں بدلنے کیلئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر آپ سلسلہ توحیدیہ کی کوئی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور حلقے کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں تو آج سے ہی ان باتوں پر عمل کا تہیہ کر لیں۔

خیر خواہی:

محبت کا پہلا اظہار خیرخواہی کی صورت میں ہوتا ہے۔ خیرخواہی سے مراد ہے اپنے بھائی

کا فائدہ چاہنا اس کو آسان الفاظ میں ایسے سمجھا جا سکتا ہے کہ جو کچھ انسان اپنے ذاتی فائدے کے لیے چاہتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے بھی چاہے۔ جس نقصان سے اپنی ذات کو بچانا چاہتا ہے اس نقصان سے اپنے بھائی کو بھی بچائے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"لا یومن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه"

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی بھی اسوقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اپنے بھائی کی خیر خواہی کرو چاہے وہ حاضر ہو یا غائب'' نیز آپ ﷺ نے مسلمانوں کی ایک جماعت سے چند باتوں کی بیعت لی جن میں سے ایک یہ تھی کہ وہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ ایک صحابی کے ساتھ جا رہے تھے آپ کے پاس دو مسواکیں تھیں آپ نے سیدھی مسواک صحابی کو عنایت کر دی اور ٹیڑھی مسواک خود رکھ لی۔ اپنے ساتھی کیلئے صرف اپنے جیسی نہیں بلکہ اپنے سے افضل چیز پسند کی گئی جو کہ خیر خواہی کی بہت ہی افضل صورت ہے اور مومنین کے لیے بیان کردہ معیار سے بھی بہت اونچا درجہ ہے۔

خیر خواہی کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو یہ ہے کہ آپ اپنے متعلقین (جن سے آپ کو محبت کا دعویٰ ہے) کی اُخروی فلاح چاہیں۔ یعنی اپنے ماں باپ اولاد اور اقرباء کے متعلق یہ خواہش رکھیں کہ یہ لوگ کسی طریقے سے شیطان کے چنگل سے بچ جائیں اور آخرت میں جنت کے مستحق ہو جائیں۔ یہ احساس محبت و خیر خواہی کی سب سے بلند ترین صورت ہے۔ اسی صفت کے متعلق اللہ نے نبی کریم ﷺ کی نسبت سے قرآن میں ذکر کیا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

''تحقیق اللہ نے تم میں سے ہی رسول بھیجا جسے تمہارا نقصان بہت گراں گزرتا ہے وہ تمہاری بہتری کا خواہاں ہے اور مومنین کے لیے سراپا مہربان ہے۔ (توبہ 128)

حضور ﷺ کو اپنی اُمت کا کونسا نقصان گراں گزرتا ہے؟ بلا شبہ اس سے مراد ''جہنم میں جانے'' کا نقصان ہے۔ اگر کوئی آدمی آخرت میں جہنم کا مستحق بن جائے گا تو لامحالہ اسکی ساری

دنیاوی زندگی نقصان اور خسارے میں گزری۔ یہی وہ نقصان ہے جو حضور اقدس ﷺ کو راتوں کو بے چین رکھتا تھا۔ اور آپ یا ربّ ! اُمتِیْ ۔یا رَبّ! اُمتی پکارتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم لوگوں کی مثال ان پروانوں کی سی ہے جو آگ پر لپک رہے ہیں اور میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر اس آگ سے بچا رہا ہوں''۔ اس سے بڑی کوئی خیر خواہی دنیا میں ہو سکتی ہے کہ ایک فاسق و گنہگار کو جہنم سے بچا کر جنت کا راستہ دکھایا جائے!!!

سب سے پہلے ہماری خیر خواہی کا محور ہماری اولاد ہوتی ہے اسکے بعد عزیز و اقارب۔ اب اگر ہم ان سے حقیقی محبت رکھتے ہیں تو ان سے خیر خواہی کے تقاضے کو پورا کرنا ہوگا۔ بطور توحیدی ہم کامیابی کے جس راستے کے مسافر ہیں ہمیں اپنے پیاروں کو بھی اس راستے پر چلانے کیلئے تگ و دو کرنی ہوگی۔ انہیں شیطان اور نفس کے فریب سے بچانے کیلئے دلسوزی کے ساتھ حلقے کی تعلیم سے نہ صرف متعارف کروانا ہوگا بلکہ ایک سرگرم رکن کے طور پر سامنے لانے کیلئے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرنا ہوں گی۔ ہم لوگ اپنی جان، مال، خوشیوں اور صحت کو داؤ پر لگا کر اولاد کو سہولیات پہنچاتے ہیں اور دن رات انکے ایسے مستقبل کی کامیابی کے لیے کوشاں ہیں جو ہوسکتا کہ ہم دیکھ ہی نہ پائیں اور اس سے پہلے ہی بلاوا آجائے تو کیوں نہ ہم کم از کم ان کے اس یقینی مستقبل کی کامیابی کیلئے بھی اتنی ہی کوشش کریں جتنی ان کے مادّی مستقبل کی کامیابی کیلئے کرتے ہیں۔

عزیز بھائیو! یاد رکھو! اس معاملے میں اکثر لوگ نفس کے فریب میں آجاتے ہیں کہ ابھی بچوں کی عمر تھوڑی ہے، انہوں نے کیریئر بنانا ہے۔ اللہ اللہ کرنے کیلئے بہت عمر پڑی ہے۔ دین کی دعوت پر رشتہ داروں کا پتہ نہیں کیا ردِّ عمل سامنے آئے! آپ شریعت کے اس حکم سے آگاہ ہیں کہ ''جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہوجائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے بے شک سزا دو۔'' وہ دین جو سراپا پیار اور شفقت ہے وہ ایسا حکم دے رہا ہے تو کیوں؟ کیا آپ نے اس بات پر کبھی غور کیا؟ اس حکم میں اوّل تو آپ کو آپ کے فرائض بتائے جارہے ہیں کہ اولاد کی دینی و روحانی تربیت آپکا فرض عین ہے۔ جس میں کسی قسم کی غفلت آپ کی دنیا و آخرت دونوں تباہ کر سکتی ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ بچے کے خیالات و اطوار کو Mould

کرنے کا یہ بہترین وقت ہے۔اس عمر میں ابھی بچہ معاشرے اور ماحول کے برے اثرات سے محفوظ ہوتا ہے اور ماں باپ کو ہی Role Modle کے طور پر Idealize کرتا ہے۔

عزیز و اقارب کیلئے بھی قرآن نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ''۔تو خوب سمجھ لیں کہ خیر خواہی کی یہ قسم نہ صرف آپ کی حقیقی محبت کی عکاس ہے بلکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف سے آپ پر فرض ہے اسلئے میں تاکید کرتا ہوں کہ اپنی اولاد اور اقرباء کو سلسلہ توحیدیہ میں شامل کروائیں۔انکے سامنے ایسے بلند اخلاق اور محبت کا پیکر بنیں کہ وہ خود بخود کھنچے چلے آئیں۔

اس خیر خواہی کی ایک اور عملی صورت یہ ہے کہ آپ اپنے دوست یا رشتہ دار جسکو بھی طالب بنوائیں۔روزانہ اپنے ذکر کے ساتھ ساتھ اسکے حصے کا ذکر بھی کریں اور تصور کریں کہ اس کے قلب پر ضرب لگ رہی ہے۔اس کے بعد ہمت صرف کر کے اسکو توجہ دیں آپ دیکھیں گے کہ ان معمولات کے بعد جلد ہی آپکا خلوص رنگ لائے گا۔ہمارے بیشتر بھائی یہ کام نہیں کرتے اور پھر شکوہ کرتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کو دعوت دی اور کتب دیں مگر کوئی ہماری بات پر کان نہیں دھرتا تو میری اپنے بھائیوں اور بیٹوں سے گزارش ہے کہ وہ مذکورہ ہدایات کی روشنی میں دلسوزی کے ساتھ عمل کریں اور پھر اثر دیکھیں۔قرآن نے بھی انسان کو جلد باز بتایا ہے۔اس لیے اس معاملے میں بھی ہم محبت اور محنت کا حق ادا نہیں کرتے اور بہت جلد ہمت ہار جاتے ہیں۔اگر ہم بڑا انعام چاہتے ہیں تو اسکے لیے کاوش بھی بڑی کرنی ہوگی۔

اس موقع پر میں آپ کو قبلہ انصاری صاحبؒ کا فرمان یاد کروانا چاہتا ہوں کہ ''اگر تمہاری وجہ سے کسی ایک فرد کی بھی اصلاح ہوگئی تو سمجھ لو کہ جنت کا پروانہ مل گیا''تو کیا ہی بہتر ہو کہ وہ فرد ہمارا قرابت والا ہی ہو اور روز محشر ہمارے پیارے، ہمارے ساتھ ہی کامیاب لوگوں کی صف میں کھڑے ہوں۔اس بات کا ایک اور پہلو بھی مدنظر رکھیں کہ اس طرح آپ اپنے حلقے کی خدمت بھی کر رہے ہوں گے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بعد اپنے محسن قبلہ انصاری صاحبؒ اور قبلہ ڈار صاحبؒ کے سامنے بھی سرخرو ہوں گے۔

الغرض ارادے اور نیت کا خلوص آہستہ آہستہ آپ میں وسعت قلبی کی وہ کیفیت پیدا کردے گا کہ آپ پر ہمیشہ اپنے بھائی کی بہتری کی فکر غالب رہے گی۔اور جہاں تک بن پڑے گا آپ اسکو اللہ کی رضا کے لیے دنیاوی و روحانی فائدہ دلوانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

ایثار :

جب محبت آپ کے دل میں جڑ پکڑ لیتی ہے تو آپ اپنے بھائی کیلئے اس حد تک قربانی دینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں کہ اپنے ذاتی حقوق کو بھی نظر انداز اور قربان کر دیتے ہیں۔ اس کیفیت کو ایثار کا نام دیا جاتا ہے جس کا لفظی مطلب ہے ترجیح دینا۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے ایثار کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ ایک بہت ہی بلند مرتبہ صفت ہے اور ایثار کرنے والا اللہ کو بہت ہی عزیز ہوتا ہے"۔(تعمیر ملت ص 306)اب آپ اس جملے سے اندازہ لگائیں کہ جب آدمی اللہ کو عزیز ہوجائے گا تو کیا وہ اسکے قرب ولقاء کا مستحق نہ بنے گا۔؟ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

ترجمہ: "اور وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود تنگ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جو شخص نفس کی تنگی سے نجات پا گیا وہی فلاح پانے والا ہے۔"

یہ آیت جس موقع پر نازل ہوئی اس میں ہمارے لیے انمول سبق موجود ہے "ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا جو کہ بھوکا تھا۔ سوقت آپ ﷺ کے در اقدس پر کھانے کیلئے کچھ نہ تھا۔آپ ﷺ نے حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا جو اس شخص کو آج رات کیلئے مہمان بنائے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔حضرت ابو طلحہؓ اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔معلوم ہوا کہ صرف اتنا ہی کھانا ہے جس سے بچوں کا پیٹ بھر سکے۔آپؓ نے فرمایا کہ بچوں کو بھوکا سلا دو اور وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دو اور چراغ کو درست کرنے کے بہانے بجھا دینا۔میں مہمان پر یہ ظاہر کروں گا کہ میں اسکے ساتھ ہی کھا رہا ہوں۔چنانچہ آپؓ نے ایسا ہی کیا۔اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔اس رات حضرت ابو طلحہؓ اور آپ کے گھر والوں نے عملی ایثار کی ایسی روشن مثال قائم کی کہ آج بھی ہمارے ذہنوں میں تازہ ہے اور رہے گی۔یہ واقعہ ہمارے ایمان میں اضافے کا

سبب بنتا ہے۔ آپؐ کی بظاہر چھوٹی مگر درحقیقت بڑی قربانی اللہ کے ہاں اتنی مقبول ہوئی کہ اللہ نے اسکا تذکرہ قرآن میں کردیا اور اپنی محبت کے متلاشیوں کو یہ بتایا کہ مخلوق سے محبت خالق کی محبت پانے کا ایک اہم ذریعہ ہے اسی لیے بانئ سلسلہؒ نے فرمایا کہ "اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ اسکی مخلوق سے محبت کرو۔ کیونکہ مخلوق اللہ کی بہترین نشانی اور اسکی ان گنت صفات کا مظہر ہے۔

ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ نے جانور ذبح فرمایا اور گھر والوں سے کہا کہ اسکو تقسیم کردیں۔ تھوڑی دیر بعد پوچھا کہ کتنا گوشت تقسیم ہوگیا ہے۔ عرض کیا گیا کہ بہترین قسم کا گوشت تقسیم ہوگیا ہے اور ہلکا بچ گیا ہے۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تقسیم ہوا در اصل وہ بچ گیا ہے۔

مواخات مدینہ میں انصار کا مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور جنگ قادسیہ میں جان کنی کے عالم میں دوسرے زخمی بھائی کے لیے پانی کی قربانی اس سلسلے کی روشن مثالیں ہیں۔

ایثار کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ سب سے پہلے تو ضروریات کا درجہ ہے اسی میں مال کا ایثار بھی شامل ہے۔ اسکے بعد اپنی سہولتوں اور آسائش کی قربانی کا نمبر آتا ہے۔ مثلاً اپنی نیند، اپنے روزمرہ معمولات سے بھائی کی سہولت کے لئے دستبردار ہوجانا۔ خود ناگواری جھیل لینا مگر بھائی کے دل کو ناگواری سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا۔ مزاج، جذبات اور اپنی عادات کا بھی ایثار ہے۔ اپنی پسند اور ناپسند، ذوق اور عادات کو دوسرے بھائی کی پسند اور عادت پر قربان کرنا۔ دوسرے کی رائے کو خندہ پیشانی سے سننا اور اس کا احترام کرنا۔ جس کام سے آپکو مسرت ہوتی ہے اس کو بھائی کی مسرت کے لیے چھوڑ دینا وغیرہ۔ ان تمام صورتوں کی مشق آپ کچھ نہ کچھ اس اجتماع کے موقع پر بھی کرسکتے ہیں۔ مثلاً اچھی نشست اپنے بھائی کیلئے چھوڑ دینا، کھانا کھاتے ہوئے دوسرے کو ترجیح دینا۔ واش رومز کے استعمال کے وقت دوسرے بزرگ بھائیوں کو ترجیح دینا۔ سوتے وقت اگر مناسب جگہ نہیں ملی تو صبر کرنا اور اپنی بہتر جگہ کو کسی دوسرے بھائی کے سامنے پیش کرنا۔ اگر کسی بھائی کو آپ سے کام ہے تو اس کیلئے اپنی نیند قربان کردینا خصوصاً جب پنڈال میں کوئی پروگرام جاری ہو تو اپنی نیند اور بقیہ سارے کام چھوڑ کر پروگرام میں حاضر رہنا وغیرہ ایثار کی مثالیں ہیں۔ یہ تمام روّیے اس بات کی علامت ہیں کہ آپ محبت کے حقوق سے آگاہ ہیں۔

ایثار کی ایک اور اہم ترین صورت اپنے رشتے داروں کے ساتھ معاملے میں ہے خصوصاً جائیداد کے معاملات میں ہلکی اور نسبتاً کم قیمتی چیز پر محض اس خیال سے مطمئن ہو جانا کہ میرے اس صبر، معافی اور قربانی والے رویے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے ذریعے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اور یہ خواہش رکھنا کہ اللہ میری اس قربانی کی بدولت میرے بھائی کو ہدایت اور وسعت قلبی دے۔ عزیز بھائیو! آپ میں سے جو بھی اس بات پر محض اللہ کے لیے عمل کرے گا لازم ہے کہ اللہ کے مقرب بندوں میں شامل ہو گا۔

مالی ایثار میں اپنے نیک دوست پر خرچ کرو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے لیے تمہارے وارثوں سے بہتر ثابت ہو۔ کیونکہ وہ تمہارے مرنے کے بعد خلوص سے تمہارے لیے دعا کریگا اور قیامت والے دن ممکن ہے کہ اسکی دعا تمہاری بخشش کا سبب بن جائے۔ جبکہ وارث تمہارے مال کو تقسیم کرلیں گے اور تمہارا احسان نہیں مانیں گے بلکہ کہیں گے کہ یہ مال تو ہمارا شرعی حق ہے۔

بانی سلسلہؒ نے اجتماعی ایثار کی بہت توصیف کی ہے۔ اسکو فائدہ مند اور اللہ کی نظر میں مقبول قرار دیا ہے۔ یعنی مفاد عامہ کے کسی منصوبے کیلئے اپنے وسائل کی قربانی دینا۔ اسکی زندہ مثال مرکز پر تعمیر ہونے والا یہ ہال ہے۔ آج کس آدمی کو روپے کی ضرورت نہیں! مگر اسکے باوجود ہمارے بھائیوں نے اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر اس اجتماعی منصوبہ کیلئے رقم فراہم کی جو یقیناً قبلہ انصاریؒ کی ہدایات کی پیروی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ جب کبھی باباجان کی خواہش کے مطابق ہسپتال یا سکول کا منصوبہ ہمارے زیر غور آیا تو ہمارے بھائی پیچھے نہیں رہیں گے۔

یاد رکھیے! ایثار کا تقاضا عام مسلمانوں سے اس طرح نہیں کیا جا سکتا جس طرح ایک توحیدی سالک سے کیا جاتا ہے۔ چونکہ آپ کے مقاصد بلند ہیں اسلئے آپ سے قربانی بھی بلند مطلوب ہے۔ آپ کے دل میں اتنی وسعت ہے کہ وقت آنے پر آپ اپنی پیاری چیز کو بھی اللہ کیلئے قربان کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ آپکی ضروریات اور مزاج کے مقابلے میں اللہ ہی اوّلین ترجیح ہے

احسان :

بھائیوں کے باہمی خوشگوار تعلقات اور محبت پیدا کرنے میں احسان کا روّیہ بہت اہم ہے

اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ اہل محبت میں سے ہیں! تو یہ دیکھیں کہ بھائیوں کے ساتھ معاملے میں ،ماپ تول میں برابری سے کام لیتے ہیں یا احسان کا روّیہ اختیار کرتے ہیں ۔ دوسرے بھائی کو اسکے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہوجانا احسان ہے ۔ اسکے علاوہ نیک برتاؤ ،ہمدردی بھرا روّیہ، رواداری، درگزر، دوسرے بھائی کا لحاظ بھی احسان کے زمرے میں آتے ہیں ۔بانی سلسلہؒ نے احسان کی جامع تعریف کی ہے :''احسان کرنے والے اوراحسان اٹھانے والے دونوں کے دلوں میں محبت ہوگی تو دونوں کو فائدہ ہوگا''۔(تعمیر ملت ص304)

احسان کا یہ جذبہ حقیقی معنوں میں تب ہی پیدا ہوگا جب آپ کے دل میں محبت گھر کر جائے گی ۔آپؒ کی بات بڑی پر حکمت ہے کہ احسان اٹھانے والا بھی محبت والا ہو ۔اس سے مراد یہ ہے کہ اسکے دل میں اپنے محسن کیلئے شکر گزاری کے جذبات پائے جائیں اور ممکنہ طور پر اپنے محسن کی نیکی کا بدلہ اتارنے کی کوشش کرے نہ کہ بھائی کے اچھے سلوک کو اپنا استحقاق سمجھ کر بے مروتی پر اتر آئے ۔حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے '' **من لا یشکر الناس لا یشکر اللّٰہ** '' ''جو لوگوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ کا شکر گزار نہیں بن سکتا''۔

احسان اٹھانے والے کے دل میں لازماً اپنے محسن کے متعلق محبت بھرے جذبات پیدا ہونگے ۔لامحالہ شیطان اس موقع پر نفس میں وسوسہ انگیزی کے ذریعے محبت بھرے ان جذبات کو ختم کرنے کی سرتوڑ کوشش کرے گا ۔کیونکہ اگر باہمی محبت پیدا ہوگئی تو اس تعلق سے خوبیاں پیدا ہوجائیں گی اور دونوں بھائی بلند اخلاق کے حامل بن کر قرب خداوندی کے مستحق قرار پائیں گے جبکہ آپ کی یہ ترقی وعروج آپ کے حاسد دشمن شیطان کو کسی صورت میں بھی قبول نہ ہوگی ۔اس لیے وہ احسان اٹھانے والے کے دل میں یہ بات ڈالے گا کہ اچھا سلوک تو تمہارا حق تھا ،تم نے بھی تو فلاں موقع پر یہ احسان کیا تھا ۔یا اس کو ضرور مجھ سے کچھ مطلب ہوگا وغیرہ وغیرہ ۔آپ کا دشمن آپ کے دل میں بے مروتی ،بدلحاظی اور احسان فراموشی کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اور اگر آپ اس کے وسوسے میں آ گئے تو اپنے محسن کی مخالفت پر آمادہ ہوجائیں گے ۔اب آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے محسن کی نیت پر شک کرنے اور بدگمانی کی بجائے قرآن کے

اس حکم کو یاد رکھیں "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" (سورہ رحمٰن:60)

ترجمہ: کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہے؟"

احسان ناشناسی کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اسکی وضاحت کے لیے ایک حدیث مبارکہ پیش خدمت ہے: "آپ ﷺ نے فرمایا میں نے معراج کی رات مردوں کی نسبت عورتوں کی زیادہ تعداد کو جہنم میں جلتے دیکھا، عورتوں کے استفسار پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم خاوندوں کی ناشکر گزار اور حق ناشناس ہو" آپ ان باتوں سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ احسان اٹھانا بھی کتنی اخلاقی جرات کا تقاضا کرتا ہے۔ایک توحیدی سالک سے اسی بات کی امید کی جا سکتی ہے کہ وہ نہ صرف احسان کرنے والا ہوگا بلکہ جب اس پر احسان کیا جائے گا تو بھی وہ بہترین روحانی و اخلاقی اقدار کا مظاہرہ کرے گا۔آپ کا دشمن دوسرے محاذ کو بھی خالی نہ چھوڑے گا اور محسن کے دل میں یہ خواہش پیدا کرے گا کہ اسے اسکے احسان کا بہتر بدلہ اسی شخص سے ملے جس پر اس نے احسان کیا اور کئی قسم کی توقعات اس آدمی سے وابستہ کروانے کی کوشش کرے گا۔ اگر آپ کا دشمن اپنی وسوسہ انگیزی میں کامیاب ہو گیا تو پھر آپ کو اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں ملے گا اور اس کا خمیازہ شر اور رسوائی کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔اسلئے ضروری ہے کہ احسان صرف اللہ کیلئے ہی کیا جائے اور بدلے کی کوئی امید نہ رکھی جائے۔قرآن نے اس روّیے کو بیان کیا ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا (الدھر:9-8)

ترجمہ: "وہ لوگ یتیموں، مساکین اور قیدیوں کو اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے جو کھانا کھلایا ہے تو صرف اللہ کیلئے کھلایا ہے اسکے بدلے میں، میں تم سے کسی اجر اور شکریے کا طلب گار نہیں ہوں"۔

حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی سے قرض لیتے تو واپسی کے وقت کچھ زیادہ واپس کرتے یہ بھی آپ ﷺ کا شکریہ اور احسان شناسی کا ایک انداز تھا۔احسان کرنا اور احسان کا بہتر جواب دینا بہت بلند اخلاقی وصف ہے اور آپ کی اپنے بھائی سے دلی محبت کا کھلم کھلا اظہار ہے۔ جب تک کوئی جماعت اس اخلاقی وصف کو اختیار نہیں کرتی اپنے مقاصد کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔

عفو و درگزر :

باہمی محبت کا ایک اہم مظہر عفوو درگزر ہے۔عفو خدائی صفت ہے، جو تو حیدی سالک اپنے آپکو صبغۃ اللّٰہ یعنی اللہ کے رنگ میں رنگنا چاہتا ہے اسے لازماً یہ صفت اپنے کردار واخلاق کا حصہ بنانا پڑے گی۔عفو کا مطلب ہے کہ معاف کر دینا، طاقت رکھنے کے باوجود بدلہ نہ لینا یا درکھیے! معافی وہیں ہوگی جہاں قصور ہوگا۔جب کسی کا کوئی قصور ہی نہیں تو اس سے بدلہ یا معافی کیسی؟ جو آپ سے طاقت اور مرتبے میں کم ہے اسکی غلطی کو معاف کرنا ہی عفو ہے۔ وگرنہ جہاں کسی کی طاقت و اختیار آپ سے زیادہ ہو وہاں تو آپ ویسے ہی بے بس ہوتے ہیں۔جب دو آدمی باہمی معاملہ کرتے ہیں تو لامحالہ ان کے درمیان رائے کے اختلاف، ناگواری اور تلخی پیدا ہونے کے کئی مواقع آتے ہیں۔بعض مقامات پر آپ کا موقف درست ہوتا ہے اور بدلہ لینا آپ کا قانونی حق ہوتا ہے۔اپنے بھائی کو وسعت قلبی، اللہ کی محبت پانے کی آرزو اور بھائی کی اصلاح کی نیت سے معاف کر دینا ہی دراصل عفوو درگزر ہے۔ایک تو حیدی سالک ہونے کی نسبت سے اسی رویے کی توقع ہے۔اسلئے آپ کو ہمیشہ ''السابقون'' کے سلیبس کو مدنظر رکھنا چاہیے اور انتقام و بدلے کی بجائے اپنے بھائی کے عیب کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔اس ضمن میں قرآن مجید نے دو روّیے بتائے ہیں جہاں ظلم کے مقابلے میں انصاف کے ساتھ بدلے کا کہا ہے وہیں معافی کے روّیے کی ترغیب بھی دلائی ہے اور کہا ہے کہ تمہارے لیے معاف کر دینا ہی بہتر ہے۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے بھی معاف کرنے کو پسند فرمایا۔آپؒ نے لکھا ہے: ''دن رات کا تجربہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ ہمیشہ برائی کرتا رہے اور تم جواب میں ہمیشہ نیکی سے پیش آتے رہو تو آخر میں وہ شرمندہ ہو کر تمہارا دوست اور محبّ بن جائے گا'' (تعمیر ملت ص312)

قرآن کریم نے بھی معافی بلکہ اس سے بھی افضل روّیے کی بابت یوں اشارہ کیا ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (حم سجدہ 35, 34)

ترجمہ: ''برائی کو بھلائی کے ساتھ دفع کرو تم دیکھو گے کہ تمہارا بدترین دشمن تمہارا بہترین دوست بن

جائے گا مگر یہ درجہ صرف ان کو حاصل ہوگا جو صبر کرنے والے ہیں اور جو صاحب نصیب ہوتے ہیں"۔

آپ میں کون ہے جو صاحب نصیب بننے کی آرزو نہیں کرتا ہم سب کی یہی آرزو ہے تو پھر کیوں نہ ہم معافی و درگزر کے روّیے کو اپنا شعار بنائیں اور اللہ کا قرب ولقاء حاصل کریں۔

جب آپ کسی سے انتقام یا بدلے کے حق میں دلائل اکٹھے کرتے اور قرآن سے ہی حوالے (مثلاً آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان) فراہم کرتے ہیں تو شیطان آپ کے نفس میں وسوسہ انگیزی شروع کر دیتا ہے اور آپ کو حد سے تجاوز کرنے یا مقابلتاً ویسا ہی جرم یا غلطی کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو کہ آپ کی روحانی ترقی کیلئے کسی بھی صورت میں فائدہ مند نہیں۔ اسلئے بانئ سلسلہؒ نے برائی کا جواب ویسی ہی برائی سے دینے کو پسند نہیں کیا اور اسے مسلمانوں کی قومی تباہی کی ایک وجہ قرار دیا ہے۔اس لئے میں آپ کو آپ کی بہتری کیلئے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر آپ اللہ کی معرفت اور قرب ولقاء کا سفر بخیر و خوبی طے کرنا چاہتے ہیں تو معاملات میں عفو و درگزر کا روّیہ اپنائیں اور آپ ﷺ کے اسوہ کو مشعل راہ بنائیں کہ آپ نے اپنے پیارے چچا کے قاتل اور انکا کلیجہ چبانے والی کو کتنے کھلے دل سے معاف کر دیا۔جن دشمنوں نے آپکی جان لینے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، پتھر برسا کر آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا، کوڑا پھینکا، مجنوں کہا ،ان سب کو قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دیا۔

آپ ﷺ کی اسی مہربانی اور کریمی کی طرف قرآن کریم نے یوں اشارہ کیا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: 159)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے آپ ﷺ ان کے لیے نرم دل واقع ہوئے ہیں اگر کہیں بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔اللہ کے نزدیک عزیز ترین بندوں میں سے وہ ہے جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔(بیہقی)

اسی لیے بانی سلسلہؒ نے بھی بارہا فرمایا کہ "فقیری اسی کا نام ہے کہ گالیاں سنو اور دعائیں دو چاہے دو دن میں کرلو چاہے تو ساری عمر نہ کرو"۔

آپ ﷺ کی ذات گرامی چونکہ سراج منیر (ایک روشن چراغ) ہے اور ہم نے بحیثیت توحیدی سالک اسی چراغ (آپ ﷺ کی سیرت) کی روشنی میں اپنا جائزہ لینا ہے اور دیکھنا ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہمیں تو بلند اخلاقی و روحانی اقدار کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اور اپنے لیے صرف اور صرف معافی و درگزر والے Option کو منتخب کرنا ہے۔ یہ محبت کے جذبے کا تقاضا ہے۔ تبھی ہم اللہ کے عزیز اور مقرب بندوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

بھائی کی امداد و اعانت:

اسلام کا تصور اخوت ایسا منفرد اور پیارا ہے کہ دنیا کا کوئی نظام بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ پوری دنیا رنگ، نسل، زبان، جغرافیے اور مادّی مفادات کی یکسانیت کی بنا پر باہمی تعلقات پروان چڑھاتی اور اچھا سلوک روا رکھتی ہے۔ یہ اسلام کا ہی اعجاز ہے جو رنگ و نسل، ذات و برادری اور جغرافیے سے قطع نظر صرف ایک کلمے لا الہ الا اللّٰہ کی بنیاد پر محبت اور حسن سلوک کا سبق دیتا ہے۔ جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا چاہے وہ مشرق کا باشندہ ہو یا مغرب کا، کالا ہو یا گورا، امیر ہو یا غریب آپس میں ایک لازوال اور نہ ٹوٹنے والے رشتے میں بندھ جاتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ''بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔(الحجرات:10)

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ لفظ مومن استعمال ہوا ہے نہ کہ مسلم یعنی اخوت کا جذبہ اسی دل میں پایا جائے گا جہاں ایمان ہوگا اور صوفیاء یا روحانی سالکین تو ایمان کے اونچے درجوں پر فائز ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک توحیدی سالک کے دل میں اپنے بھائی کیلئے محبت اور اخوت کے جذبات اپنی بلند تر صورت میں نہ پائے جاتے ہوں۔ اخوت کا عام مطلب بھائی چارہ کیا جاتا ہے۔ یہ تعلق بے لوث، پیار بھرا اور وقت، جذبات، مال، جان غرضیکہ ہر قسم کی قربانی پر تیار رہنے والا، خود دکھ اٹھا کر دوسروں کو راحت پہنچانے والا ہوتا ہے۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا یہی منشاء ہے کہ انکے نام پر باہم جڑنے والوں کا تعلق بھی ایسا ہی ہو۔ اسی لیے قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''پیر بھائیوں میں سگے بھائیوں سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے''

آپ جانتے تھے کہ ایسے پیار بھرے جذبات کی بدولت ہی حقیقی جماعت پروان چڑھتی ہے اور روح اپنا روحانی سفر تیزی سے طے کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انصاری صاحبؒ کے دور میں ہمیں اپنے پیر بھائیوں سے مل کر اتنی خوشی ہوتی کہ اپنے سگے بھائیوں سے مل کر بھی نہ ہوتی تھی۔

اس محبت و بھائی چارے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اپنے دینی، خصوصاً توحیدی بھائی کو مصیبت یا پریشانی میں تنہا نہ چھوڑا جائے۔ پریشانیاں اور مصائب زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ جو بھائی مصیبت میں مبتلا ہے یہ اسکے لیے تو آزمائش ہے ہی ساتھ ہی آپ کیلئے بھی ایک امتحان ہے کہ آپ نے پریشانی کے اس وقت میں اپنے بھائی کی امداد کے لیے کیا کوشش کی؟ ایک حدیث مبارکہ سے اس صورت حال کی وضاحت بہت اچھے انداز میں ہوتی ہے۔ ''قیامت والے دن اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھیں گے کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا میں کپڑوں سے محروم تھا تو نے مجھے کپڑا کیوں نہ دیا؟ میں بیمار تھا تو نے میری عیادت کیوں نہ کی۔ بندہ حیرانی سے پوچھے گا کہ باری تعالیٰ تو پوری کائنات کا مالک ہے بھلا تجھے کپڑے اور کھانے کی کیا حاجت۔ جس پر اللہ تعالیٰ جواب دیں گے کہ اگر تو میرے فلاں بیمار بھوکے یا محروم بندے کی مدد کیلئے جاتا تو مجھے وہیں پاتا'' ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے''۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ ''ایک آدمی حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک کون زیادہ محبوب ہے تو آپ ﷺ نے جواب دیا۔ لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو۔ اور اعمال میں اللہ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ تو کسی مسلمان کو خوش کردے۔ اس طرح کہ اس کی مصیبت و مشکل کو دور کردے یا اس پر سے بھوک کو ہٹا دے۔ اس مسجد (نبوی) میں ایک مہینہ اعتکاف کرنے سے یہ امر مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی بھائی کے ساتھ اسکی ضرورت پوری کرنے کیلئے چلوں۔ اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی خاطر چلا یہاں تک کہ وہ پوری کردی تو اللہ اسکے قدموں کو اس دن ثبات بخشے گا جس دن قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے (یعنی روز قیامت)''۔

''ایک دفعہ آپ ﷺ مسجد حرام میں نماز ادا فرما رہے تھے اور دوسرے کونے میں چند مشرک سرداروں نے اپنی محفل جمائی ہوئی تھی۔ ایک بدو سائل ان سرداروں کے پاس فریاد لے کر گیا کہ ابو جہل نے اسکی رقم غصب کر لی ہے اور واپس دینے سے انکاری ہو گیا ہے۔ آپ سردار میری مدد کریں اور ابو جہل سے میری رقم واپس دلوائیں۔ ان کافروں نے شرارتاً آپ ﷺ کی طرف اشارہ کیا کہ اس شخص کے پاس جاؤ وہ تمہیں رقم واپس دلوا دے گا۔ وہ بدو آپ ﷺ کے پاس فریاد لے کر گیا تو آپ ﷺ اسی وقت ساتھ چل پڑے اور ابو جہل کے گھر پہنچ کر دستک دی۔ جونہی ابو جہل نے دروازہ کھولا تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اس غریب آدمی کا حق اسے واپس کرو۔ یہ سننا تھا کہ ابو جہل واپس پلٹا اور اسکی ساری رقم لا کر اسے واپس کر دی۔ مشرکوں نے ایک آدمی کو جاسوسی کیلئے بھیجا ہوا تھا کہ جا کر دیکھو کہ ابو جہل ان کے ساتھ کیسا برا سلوک کرتا ہے۔ اس نے واپس آکر سارا ماجرا سنایا تو سردار حیران رہ گئے کہ ابو جہل جیسے ظالم اور غاصب شخص نے اتنی آسانی سے رقم کیوں واپس کر دی جبکہ وہ تو رقم ہضم کر چکا تھا۔ جب ابو جہل انکی محفل میں واپس آیا تو انہوں نے استفسار کیا جس پر اس نے جواب دیا کہ جب محمد ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو انکے دائیں بائیں دو خوفناک اونٹ تھے جنکے منہ سے آگ کے شعلے لپک رہے تھے اگر میں رقم واپس نہ کرتا تو وہ مجھے ہلاک کر دیتے۔ بعد میں صحابہ نے آپ ﷺ سے اس بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے فرشتے تھے''۔

عزیز بھائیو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مظلوم شخص کی اعانت کے لیے کتنی سرگرمی دکھائی۔ ہمارے دعویٰ محبت کا تقاضا ہے کہ ایسی ہی سرگرمی ہم بھی اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد میں دکھائیں۔ اس مدد میں دینی یا دنیاوی کاموں کی کوئی تخصیص نہیں بندہ مومن کے لیے دنیا ہی عین دین ہے کیونکہ وہ دنیاوی زندگی کو بھی اللہ کے احکامات کے مطابق گزارتا ہے۔ عملی اعانت کا ایک پہلو خیر کے کام کی سفارش بھی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

مَّن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا (النساء 85)

ترجمہ: ''جو نیک بات کی سفارش کرے گا اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہوگا''۔

آپ ﷺ ہمیشہ اصحاب کو فریادی کی داد رسی اور سفارش کی تلقین کرتے ۔ فرماتے: **اشفعو فلتئو جروا** اسکی سفارش کرواور ثواب میں حصہ لو۔مزید فرمایا''جس نے کسی فریادی کی دادرسی کی اللہ اس کے لیے 73 بخششیں لکھ دیتا ہے۔ان میں سے ایک بخشش اس کے تمام کاموں کی اصلاح کی ضامن ہے،اور 72 بخششیں قیامت کے دن اس کے درجات بلند کرنے کا سبب بنیں گی''۔آپ قبلہ انصاریؒ کے خطوط اٹھا کر دیکھ لیں ان میں سے بیشتر خطوط میں آپؒ نے بھائیوں کوایک دوسرے سےتعاون کی ترغیب دی ہے جوبجائے خودایک سفارش ہے۔ کسی غمزدہ بھائی کا غم ہلکا کر دینا بھی مدد کی ایک قسم ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا''جس نے اپنے بھائی کوخوش کرنے کے لیےاس کی حاجت کو پورا کیا گویا اس نے مجھے خوش کیا۔اور جس نے مجھے خوش کیااس نے اللہ کوخوش کیا۔ایک اور جگہ فرمایا کہ''مسلمان بھائی کی غیبت سے کسی کو روکنا بھی اس بھائی کی اعانت ومدد کی ہی ایک صورت ہے''۔

عزیز بھائیو! یہ امداد وتعاون کی سب صورتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ محبت کے فلسفے کو جان چکے اوراس پرعمل پیرا ہو چکے ہیں۔اگر آپ نے اپنی ذات میں دوسروں کی معاونت و امداد کی روح پیدا کر لی تو سمجھیں کہ آپ حقیقی توحیدی ہیں ۔اس سے نہ صرف آپ کا روحانی سلوک جلد طے ہوگا بلکہ ہمارا حلقہ بھی مضبوط تر ہوگا۔

آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ ''مومن اپنے دوسرے بھائی کیلئے ویسے ہی سہارا اور مضبوطی فراہم کرتا ہے جیسے دیوار کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کومضبوطی اور قوت فراہم کرتی ہے''۔

اب محبت کے چند مزید ضمنی مظاہر اور لوازمات سماعت فرمائیں:

میل ملاقات:

ہر آدمی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ جس سے جتنی زیادہ محبت ہوتی ہے اس سے رابطے میں تسلسل بھی اسی قدر رہتا ہے ۔یا جس بھائی سے محبت بڑھانی ہواس سے میل ملاقات بڑھانا پڑتا ہے۔پرانے شیوخ اپنے مریدوں کواپنے پاس رکھ کرانکی تربیت کرتے تھےاس سے مرید کے دل میں اپنے پیر کی محبت گھر کر لیتی تھی۔آپ کو پتہ ہے کہ بابا جان انصاری صاحبؒ حضرت

رسالدار صاحبؒ کی صحبت میں کافی عرصہ رہے ۔ کیونکہ مولانا کریم الدین احمدؒ کی پیش گوئی ہی یہی تھی کہ تمہیں اپنا مقصود رسالدار صاحب کے فیضِ صحبت سے حاصل ہوگا ۔ بعد ازاں ہم نے دیکھا کہ کئی بھائی قبلہ انصاری صاحبؒ کے پاس کافی دن مقیم رہا کرتے تھے ۔ آج کل کے مصروفیت کے دور میں اس طرح تو یہ چیز ناممکن ہے مگر اس کا متبادل ضرور موجود ہے کہ بھائی شیخ سلسلہ سے گاہے بگاہے فون پر رابطے کو اپنا معمول بنائیں ۔ اور شہر میں موجود اپنے بھائیوں سے ملاقات میں باقاعدگی پیدا کریں ۔ قبلہ ڈار صاحبؒ اور ہم خود جہاں بھی مقیم رہے محبت بھری ملاقاتوں اور مجالس کا یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا ۔ پورا ہفتہ ہمیں انتظار رہتا کہ حلقہ ذکر پر جانا ہے اور حلقے والے دن ہم صبح سے ہی تیاری شروع کر دیتے اور دوسری مصروفیات کو پس پشت ڈال دیتے ۔ بانئ سلسلہ نے اس ملاقات کا مقصد یہ بتایا ہے کہ آپس میں محبت بڑھ جائے اور ایک دوسرے کے دکھ درد سے آگاہ ہوں ۔ آج کئی حلقوں میں بھائی اس حکم سے لاپرواہی کر کے بہت سے دنیاوی واخروی فوائد سے محروم ہو رہے ہیں ۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو دیکھنے اور ملاقات کی غرض سے گھر سے نکلتا ہے تو اسکے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں ۔ جو اس کیلئے دعا کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! یہ صرف تیرے لیے جڑا ہے تو بھی اسے جوڑ دے ۔ اس لیے اگر تو استطاعت رکھتا ہے تو اپنے جسم سے یہ (ملاقات کا) کام ضرور لے ۔ (بیہقی)

حضرت معاذ بن جبلؓ نے رسول اکرم ﷺ سے اس حدیث قدسی کو روایت کیا ہے کہ ''اللہ پاک فرماتے ہیں میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہے جو میرے لیے باہم مل بیٹھتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں'' اللہ کیلئے باہمی محبت اور ملاقات کا اخروی فائدہ زبان رسالت سے سماعت فرمائیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جنت میں یاقوت کے ستون ہیں، بالاخانے ہیں اور ان کے دروازے چمکدار ستاروں کی مانند ہیں صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ان میں کون رہے گا ۔ آپ ﷺ نے جواب دیا وہ جو اللہ کیلئے باہم محبت رکھتے ہیں اور ساتھ مل کر بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں'' **(بیہقی)**

ان ملاقاتوں سے جہاں باہمی محبت میں اضافہ، ایک دوسرے کی خبر گیری اور تعاون ممکن ہوتا ہے وہیں زیرِ تربیت بھائیوں کی اخلاقی و روحانی تربیت بھی ہو جاتی ہے۔ زمانے کے حالات و مصائب سے نبرد آزما حوصلہ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ خادمانِ حلقہ اور مجازین کرام پر یہ لازم ہے کہ وہ ان ملاقاتوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ بخش بنانے کے لیے ہر ممکن اقدامات کریں۔ ان مجالس میں ظاہر ہے اللہ کی محبت و معرفت کی بات ہی اوّلین موضوع ہوگا جس سے سالک لازماً یہ نعمت حاصل کر کے رہے گا اور ستر ہزار فرشتوں کی دُعا کا مستحق بھی بن جائے گا۔ بھائیوں سے میل ملاقات کے ضمن میں **چند مزید ضروری باتیں** یاددہانی کے لیے آپ کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے بیشتر بھائی ان باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور جو نہیں کرتے یہ سننے کے بعد کریں گے۔ انشاء اللہ۔

(۱) **عیادت:** ملاقات کا ایک پہلو "**عیادت**" بھی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق گنوائے ہیں۔ جن میں سے ایک بیمار بھائی کی عیادت کیلئے جانا ہے اس ملاقات کا صرف یہ مطلب نہیں کہ جانا اور واپس آجانا بلکہ جہاں تک ہو سکے بھائی کی تکلیف و بیماری کو رفع کرنے کیلئے خدمت گزاری، مالی معاونت، مشورہ و رہنمائی اور اسکی سفارش کرنا ہے اس ملاقات کے اجر و ثواب کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کیلئے صبح کے وقت جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کیلئے دُعا کرتے ہیں اور جب شام کو جاتا ہے تو صبح تک دعا کرتے ہیں۔ اور اس کیلئے جنت میں میووں کے باغات ہیں۔ (ترمذی)

بحیثیت توحیدی آپ کا فرض کہ اپنے بیمار بھائی کی عیادت کیلئے جائیں اور اسے جس چیز کی حاجت ہے اسکو فراہم کریں۔ اسکے لیے بطور ہدیہ کچھ لیکر جائیں اور اس سے اُمید افزاء باتیں کریں تا کہ اس کا دل خوش ہو۔ اس بات کا دھیان رہے کہ مریض کے آرام میں خلل واقع نہ ہو اور نہ ہی وہاں شور و غل پیدا ہو۔

(۲) **خندہ پیشانی سے استقبال** : خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے توحیدی بھائیوں کو ہدایات دیتے ہوئے لکھا ہے: "انکی گفتگو ملائم اور حرکات شائستہ ہونی چاہئیں"۔ اس کا بہترین

اظہار آپ ملاقات کے موقع پر کرتے ہیں۔آپ اپنے بھائی کا مسکرا کر استقبال کریں گے اور خندہ پیشانی سے ملیں گے تو مخاطب آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔اس اصول کو حضورﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا: ''اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرا دینا بھی صدقہ ہے''۔مزید فرمایا کہ ''نیکیوں میں سے کسی کو حقیر نہ سمجھو اگر چہ وہ اتنی ہی ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو'' کسی توحیدی کیلئے یہ روا نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو دیکھ کر گرمجوشی کا اظہار نہ کرے اور بے پروائی اور عدم توجہی سے ملاقات کرے۔یہ بے پروائی بعض اوقات کبر وغرور کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اس سے احتیاط بہت ضروری ہے۔حضور اقدسﷺ کا معمول تھا کہ مخاطب کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوتے۔آپﷺ کی کریمی کا مظہر ایک بہت ہی اہم واقعہ ہے کہ آپﷺ کی مجلس میں ایک آدمی آیا تو آپﷺ نے اسکے لیے اپنے جسم اطہر کو حرکت دے کر جگہ بنائی اس نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ جگہ کافی ہے جس پر آپﷺ نے فرمایا مسلمان کا اپنے بھائی پر یہ حق ہے کہ جب اسکو دیکھے تو اس کی جگہ بنانے کیلئے حرکت کرے۔

(۳) **سلام** : ملاقات کا آغاز سلام سے ہوتا ہے اسلام اتنا مہذب اور پیارا دین ہے کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو ملاقات کے وقت پہلی ہدایت ہی بھائی کیلئے دعائے خیر کی دی ہے۔ **السلام علیکم** کہنا نہ صرف دُعا ہے بلکہ آپ کے نیک جذبات کا اظہار بھی ہے۔آپﷺ نے سلام کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔دیگر مذاہب کے جتنے بھی استقبالیہ کلمات ہیں معنوی اعتبار سے **السلام علیکم** کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا ''تم ہرگز جنت میں داخل نہ ہوسکو گے، جب تک مومن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک مومن نہ ہو گے جب تک باہم محبت نہ کرنے لگو پھر فرمایا، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جس سے تم آپس میں محبت کرنے لگو۔وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔''

صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ راستہ چلتے ہوئے اگر درمیان میں کوئی درخت یا آڑ بھی آجاتی تو دوبارہ مل کر پھر ایک دوسرے کو سلام کہتے۔سلام میں پہل کرنے کی بھی بہت فضیلت ہے آپﷺ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے۔آپﷺ نے سلام میں پہل کرنے والے کے لیے اللہ کی

رحمت سے قربت کی بشارت دی ہے۔'' (عن ابی داؤد، ترمذی)

نیز یہ بھی فرمایا کہ: ''سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے''۔

ایک تو حیدی ہونے کے ناطے یہ ضروری ہے کہ آپ ملاقات کے دوران سلام میں پہل کریں اور منہ سے الفاظ نکالتے وقت شعوری ارادے اور دلی جذبات کو بھی اس میں شامل کرلیا کریں۔

(۴) **مصافحہ و معانقہ** : دلی جذبات کا بہترین اظہار مصافحہ میں گرم جوشی ہوتا ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے اور اس سے بغض دور ہوتا ہے'' (ترمذی)

مصافحہ ہمیشہ پورے ہاتھ سے کرنا چاہیے نہ کہ بے دلی اور صرف انگلیوں کو آگے بڑھا دیا جائے۔ یہ بداخلاقی اور تکبر کی علامت ہے۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرماتے۔ اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ جب ہم اپنے بھائی سے اللہ کی رضا کے لیے ملاقات کریں تو سلام کی تکمیل گرم جوشی کے ساتھ مصافحے اور بعد میں معانقے کے ساتھ کریں۔ معانقہ بھی گرم جوشی اور محبت کا اظہار ہے۔ بانی سلسلہؒ نے بھائیوں کو تاکید کی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے قلب کے ساتھ قلب ملا کر معانقہ کریں اس سے آپس میں محبت بھی بڑھے گی اور فیض رسانی بھی ہوگی۔

ملاقات میں تو حیدیوں کا دستور رہا ہے کہ ایک دوسرے کو بہت احترام کے ساتھ پکارتے ہیں اور بھائی جان کہتے ہیں۔ قبلہ انصاری صاحبؒ رسالدار صاحبؒ کو بھائی جان کہتے تھے۔ ہم بھی بابا جیؒ کے وقت سے ایک دوسرے کو بھائی جان کہہ کر ہی پکارتے ہیں۔ دوسرے بھائی کو احترام اور **بہتر نام سے پکارنا** بھی محبت کا اظہار اور اسمیں اضافے کا سبب ہے۔ امام غزالیؒ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ دوست کو اچھے نام سے پکارنے سے دوستی مضبوط ہوتی ہے۔''

بانی سلسلہؒ نے ملاقات کے ضمن میں یہ ہدایت دی ہے کہ اجتماع کے موقع پر ہر بھائی ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرے اور کوشش کرے کہ جن بھائیوں کو نہیں جانتا ان کے ساتھ وقت گزارے۔

(۵) **تحائف و دعوت کا تبادلہ**: ملاقات کے ہی سلسلے کی ایک اہم چیز **تحفہ دینا** ہے آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''باہمی تحفہ دو اس سے محبت پیدا ہوگی''۔ آپ ﷺ بھی تحفہ دیتے اور وصول کرتے۔ کسی کے تحفے کو ٹھکرانا نہیں چاہیے۔ آپ ﷺ نے اس بات کو سخت ناپسند فرمایا ہے

تحائف کے تبادلے سے دلوں کی دشمنی اور دوری ختم ہوتی ہے۔اس لیے میں توحیدی بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ جن بھائیوں کو سلسلہ سے متعارف کروانا چاہتے ہیں انہیں ہدیہ دیں اور خصوصاً سلسلہ کی کتب بجائے مستعار دینے کے ھدیۃً دیا کریں۔اس سے آپ اللہ کے سامنے بھی سرخرو ہوں گے اور اس بھائی کے دل میں بھی آپ کی قدر بڑھے گی۔تحفہ ہمیشہ اپنی استطاعت کے مطابق دینا چاہیے اور قبول کرنے والے کو شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ اس کی تعریف کرنی چاہیے۔

آپ ﷺ نے اماں عائشہؓ سے فرمایا کہ 'ہمسائے کے تحفے کو حقیر نہ جانو چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو' نیز فرمایا کھانا پکاتے ہوئے شوربے میں پانی زیادہ ڈال لیا کرو تا کہ ہمسائے کے گھر بھی بھیج سکو"۔

ہمارے ہاں دستور ہے کہ شادی یا دیگر کئی مواقع پر ہم اپنے رشتہ داروں کو نقد رقم دیتے ہیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ کل کلاں مجھے یہ رقم بمعہ اضافے کے واپس ملے گی (جبکہ اسکی اصل روح خوشی یا غمی کے موقع پر اپنے بھائی کا بوجھ ہلکا کرنا ہے) اور جب کسی وجہ سے اتنی یا اس سے زیادہ رقم نہیں ملتی تو صاحب خانہ آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور نوبت رشتہ داری ٹوٹنے اور طعن و تشنیع تک جا پہنچتی ہے۔میں آپ توحیدی بھائیوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ جب بھی اس مد میں رقم خرچ کریں صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے اور ھدیۃً خرچ کریں۔اور آپ کے دل میں واپسی کا لالچ نہ ہو۔اس سے آپ کو اللہ کے ہاں سے بھی اجر ملے گا اور ہو سکتا ہے کہ بعد میں یہ رقم بھی اضافے کے ساتھ واپس مل جائے۔

باہمی ملاقات میں **کھانے کی دعوت** بہت اجر و ثواب اور فائدے کا سبب بنتی ہے۔

آپ ﷺ دعوت دیتے بھی اور قبول بھی کرتے۔دعوت اور ہدیے کا باہمی تبادلہ تعلق میں مضبوطی اور حسن و کشش پیدا کرتا ہے۔دعوت کو قبول کرنا مسلمان کا مسلمان پر حق ہے۔مگر اس میں بے جا تکلفات سے کام لینا اچھا نہیں۔اگر آنے والا اطلاع دے کر آ رہا ہے تو آپکو اپنی استطاعت کے مطابق اہتمام کر لینا چاہیے ورنہ جو حاضر ہو بلا جھجک پیش کر دینا چاہیے۔ایک شہر کے بھائیوں کو آپس میں ملاقاتوں میں تسلسل کے ساتھ ساتھ دعوتوں اور تحائف کا تبادلہ ضرور کرتے رہنا چاہیے دعوت پر جانے والوں کو چاہیے کہ وہ صاحب خانہ کی سہولت کا خیال رکھیں اور کھانے سے فارغ

ہو کر جلد واپس آ جائیں اگر ہو سکے تو صاحب خانہ کیلئے کوئی ہدیہ وغیرہ بھی لے جائیں۔

(۲) دُعا کرنا: دُعا جہاں ہماری تمناؤں اور جذبات کا اظہار ہے وہیں ایک بہت بڑی عبادت بھی ہے۔ حدیث مبارکہ میں تو اسے عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہماری عبادت مکمل ہی اس وقت ہو گی جب ہم اپنے کریم آقا سے مانگیں گے، اس کے سامنے اپنی حاجتیں رکھیں گے۔ دُعا اللہ سے تعلق پیدا کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے اور ہمارا اللہ سے تعلق کا اظہار بھی ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرہ:186)

ترجمہ: ''جب میرے بندے آپ ﷺ سے میرے بارے میں سوال کریں تو کہہ دیں کہ میں تو ان کے قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے''۔

آدمی دست سوال اسی کے سامنے دراز کرتا ہے جہاں سے اسے کچھ ملنے کی اُمید ہوتی ہے ایک تو حیدی سالک کی ساری امیدوں کا مرکز ظاہر ہے کہ خدائے واحد ہی ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اس سے مانگتے ہوئے کسی جھجک اور تکلف سے کام نہیں لیتا اور ظاہری اسباب کو اختیار کرنے سے پہلے اپنی عرضداشت اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ دعا نہ کرنا ایک طرح سے بے پروائی اور بے نیازی کا اظہار ہے جو ایک عبد (یعنی بندے) کو کسی بھی طرح روا نہیں کیونکہ "الصمد" (بے پرواہ) صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''اللہ سے ضرور مانگا کرو کیونکہ وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ آپؒ کا معمول تھا کہ آپ بھائیوں کے لیے خود بھی دُعا کرتے اور کئی سینئر بھائیوں کو بھی ایک دوسرے کیلئے دُعا کرنے کا کہتے۔ اگر کوئی سائل دعا کی درخواست لے کر آتا تو فوراً اسی مجلس میں اس کے لیے دُعا فرماتے اور اسی بات کی آپؒ نے تاکید بھی کی ہے۔

دُعا کی حقیقت سمجھنے کے لیے سیرت کا مطالعہ بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمارے سامنے طائف اور میدان احد کی روشن مثالیں ہیں کہ آپ ﷺ نے لہولہان ہونے کے باوجود کس سوز سے دشمنوں کے لیے ہدایت کی دعا کی اور اللہ نے آپ ﷺ کے اسی خلوص اور محبت کے بدلے میں ان مشرکوں اور انکی اولادوں کو ہدایت جیسی لازوال دولت عطا کی۔

مرادِ رسول ﷺ حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق دُعا کے بارے میں تو آپ سب جانتے ہیں۔

اس لیے میں آپ کو ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے پیر بھائیوں، حلقہ کے طالب بھائیوں، اپنے اقربا اور اولاد، جس کو بھی آپ حلقہ کی تعلیم سے روشناس کروانا چاہتے ہیں ان سب کے لیے دُعا کو اپنے معمولات میں ضرور شامل کریں۔ اس سے آپ میں متعلقہ بھائی کی اصلاح سے متعلق ارادے میں پختگی، یکسوئی اور قلبی تعلق کی دولت حاصل ہوگی۔ کسی دوسرے بھائی کو اپنے لیے دُعا کے لیے کہنا بھی آپ کے قلبی تعلق کو بڑھانے کا سبب ہے۔ حدیث مبارکہ میں بیمار بھائی کی عیادت کے لیے جانے والے کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بیمار سے اپنے حق میں دُعا کروائے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ حج کو جا رہے تھے کہ حضور ﷺ نے انہیں رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔ "اے ہمارے بھائی ہمیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھنا"۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ یہ الفاظ مجھے اپنی پوری زندگی میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ اس لیے عزیز بھائیو! بحیثیت توحیدی دُعا کے ہتھیار کو ہمیشہ اپنے استعمال میں رکھیں اور اللہ کی لطف وعنایات سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ ہمارے پاس قبلہ انصاری صاحبؒ اور قبلہ ڈار صاحبؒ کی چھوڑی ہوئی کتب میں ہدایات کا وسیع اور بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ بات صرف عمل کی ہے۔ جو ان قیمتی موتیوں کو چن کر سر آنکھوں پر رکھے گا، دنیا و آخرت میں سرخرو ہوگا اور جو صرف سننے اور سر دھننے اور واہ واہ تک محدود رہے گا اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

آیئے! اب اپنے کریم آقا و مولا سے دُعا کریں کہ اللہ ہمارا شمار اہل محبت و اہل صدق میں فرمائے اور قیامت والے دن ہمیں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت عظمیٰ اور اپنے بزرگوں کی معیت سے بہرہ مند فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سلسلہ توحیدیہ کے تمام بھائیوں کو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔ ہمیں اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرنے کی توفیق دے۔ اپنا قرب، لقاء اور دیدار نصیب فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

خادم الفقراء

محمد یعقوب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت، گوجرانوالہ 16 اپریل 2016

عالمگیر محبت

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طُور ہوتا ہے

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

(علامہ محمد اقبالؒ)

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com